نعت

''نعت'' کا لفظی مطلب ہے ''تعریف'' یا ''توصیف''۔ اصطلاح میں ''نعت'' سے مراد وہ نظم ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعریف کی گئی ہو' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس' صفات اور سیرت پاک کا ذکر ہو اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عقیدت و محبت کے جذبات کا اظہار ہو۔ نعت کے لیے کوئی خاص ہیئت مخصوص نہیں۔ چنانچہ غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ، مخمس، مسدّس، آزاد نظم وغیرہ ہر صنف میں نعت کہی گئی ہے۔

نعت گوئی کا آغاز عربی میں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارک ہی میں ہو گیا تھا۔ حضرت حسانؓ بن ثابت کے نعتیہ قصائد تو عربی زبان کے نعتیہ ادب کا عظیم سرمایہ ہیں۔ کعب بن زہیر، امام بوصیری اور احمد شوقی کے نعتیہ قصائد بھی صنفِ نعت میں لازوال حیثیت کے حامل ہیں۔

عربی کے بعد فارسی میں نعت کا آغاز ہوا۔ فارسی نعت کے حوالے سے اہم ترین شعرا عطار، سنائی، انوری، سعدی، عرفی، رومی اور جامی ہیں۔

اردو شاعری فارسی شاعری کے زیرِ اثر پروان چڑھی۔ چنانچہ اردو نعت گوئی کی روایت کا سلسلہ بھی فارسی نعت سے ہی جا ملتا ہے۔ اردو کے بیشتر شعرا نے نعت بھی کہی ہے۔ بعض نے تو تبرکاً نعت کہی جبکہ بعض شعرا نے نعت پر خصوصی توجہ دی۔

خواجہ میر درد، مولانا ظفر علی خاں، بہزاد لکھنوی کی نعت کا اپنا ہی خاص رنگ ہے۔ نعت کے صاحبِ دیوان شاعروں میں سے کچھ اہم شاعروں کے نام یہ ہیں:

محسن کاکوروی' امیر مینائی' احمد رضا بریلوی' حسن رضا بریلوی' ضیاء القادری' اختر الحامدی' بہزاد لکھنوی' ماہر القادری' محشر رسول نگری' حافظ مظہر الدین' عارف عبدالمتین' راسخ عرفانی' اقبال عظیم' حافظ لدھیانوی' حفیظ جالندھری' حفیظ تائب، مسرور کیفی' اعظم چشتی، محمد علی ظہوری، صوفی محمد افضل فقیر۔

عہدِ موجود میں نعت کے صاحبِ دیوان شاعروں میں سے چند اہم نام یہ ہیں۔ انور فیروز پوری' عبدالعزیز خالد' حفیظ تائب' راجا رشید محمود' مظفر وارثی' جمیل عظیم آبادی' حنیف اسعدی' حفیظ صدیقی' جعفر بلوچ' ذکی قریشی' ریاض حسین چودھری' ریاض مجید' ضیا محمد ضیا' عاصی کرنالی' علیم ناصری' قمر یزدانی' عاصم گیلانی۔

غیر مسلم شعرا نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے عقیدت و محبت کا اظہار نعت کی صورت میں کیا ہے۔ ان میں سے اہم ترین شعرا کے نام یہ ہیں:

دیا شنکر نسیم، کشن پرشاد شاد، ہری چند اختر، دلو رام کوثری، عرش ملسیانی، تلوک چند محروم، جگن ناتھ آزاد۔

امیر مینائی

سالِ ولادت: ۱۸۳۲ء　　　　　　　　　　　　　　　　　　سالِ وفات: ۱۹۰۰ء

''امیر مینائی''، لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصلی نام ''امیر احمد'' ہے۔ وہ ایک مشہور صوفی بزرگ شاہ مینا کی اولاد میں سے تھے۔ انھی کی مناسبت سے وہ ''مینائی'' کہلائے۔ امیر مینائی کے والد ''کرم محمد'' یا ''کرم احمد'' بھی اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور فاضل شخص تھے۔ لہٰذا انھوں نے ابتدائی تعلیم انھی سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ انھوں نے فرنگی محل کے علما سے بھی استفادہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام مروجہ علوم پر دسترس رکھتے اور خصوصاً عربی اور فارسی کے بڑے عالم تھے۔ تمام علوم پر عبور کا عکس ان کے کلام میں بھی نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔

امیر مینائی بچپن ہی سے شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے عہد کے معروف شاعر ''مظفر علی اسیر'' کی شاگردی اختیار کر لی۔ فطری ذوق اور استاد کی تربیت کے باعث انھوں نے فن کے اسرار و رموز پر عبور حاصل کر لیا اور بہت تھوڑے عرصے میں اس قدر نام پیدا کر لیا کہ اپنے استاد سے بھی زیادہ شہرت حاصل کر لی۔ امیر مینائی کی مقبولیت سے متاثر ہو کر نواب واجد علی شاہ نے انھیں اپنے دربار میں بلا لیا۔ اس دور میں انھوں نے ''ارشاد السلاطین'' اور ''ہدایت السلاطین'' کے نام سے دو کتابیں لکھیں اور واجد علی شاہ سے انعامِ خاص حاصل کیا۔ وہ ۱۸۵۶ء تک دربارِ اودھ سے منسلک رہے۔

۱۸۵۷ء میں مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد اودھ کی ریاست زوال پذیر ہو گئی تو وہ رام پور چلے گئے جہاں نواب یوسف خاں کی خصوصی توجہ کے سبب بہت مقبولیت حاصل کی۔ قیامِ رام پور کا زمانہ آپ کا زمانۂ عروج تھا۔ نواب یوسف علی کے جانشین نواب کلب علی خان ان کے شاگرد ہوئے۔ داغؔ ان کے ہم عصر اور فن کے معترف و معتقد تھے۔ نواب کے انتقال کے بعد داغؔ کے ایما پر وہ رام پور سے حیدر آباد چلے گئے اور وہیں پر ۱۹۰۰ء میں انتقال فرما گئے۔

امیر مینائی صرف شاعر ہی نہیں بلکہ عربی و فارسی کے عالم اور فاضل بھی تھے۔ انھوں نے ''امیر اللغات'' کے نام سے اُردو لغت مرتب کی جو نامکمل رہ گئی۔ ''انتخابِ یادگار'' کے نام سے شعرائے رام پور کا تذکرہ ان کی یادگار ہے۔ اس کے علاوہ ''خیابانِ آفرینش'' نثر میں میلاد کی کتاب ہے۔

امیر مینائی صوفی منش انسان تھے۔ ان کے کلام میں تصوّف کا رنگ نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزل گوئی کے علاوہ انھوں نے نعت گوئی پر بھی خصوصی توجہ دی۔ غزلیات کی صورت میں ان کے دو دیوان ''صنم خانۂ عشق'' اور ''مرآۃ الغیب'' ہیں جبکہ نعتیہ دیوان ''محامد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' ہے۔ امیر مینائی کی بعض مثنویاں بھی بہت مشہور ہیں۔ ان میں ''نورِ تجلّی''، ''ابرِ کرم''، ''صبحِ ازل''، ''ذکرِ شاہِ انبیا''، ''شامِ ابد'' اور ''لیلۃ القدر'' بہت اہم اور مشہور ہیں۔

کلامِ امیر مینائی کا غالب پہلو صوفیانہ رنگ ہے۔ چنانچہ انھوں نے نعتیں بھی لکھیں اور مذہبی نکات کو بھی شاعری میں پیش کیا۔ ان کے کلام میں آورد کے مقابلے میں آمد کا رنگ غالب ہے۔ انھوں نے محاورات اور صنائع کو اس عمدگی سے برتا ہے کہ کلام میں کہیں بھی تصنّع پیدا نہیں ہونے دیا۔ شاعری میں الفاظ و تراکیب کا استعمال بھی احتیاط ہو کر کیا ہے اور حتی الامکان سادگی اور روانی کا پہلو پیشِ نظر رکھا ہے۔

امیر مینائی کی اخلاقی شاعری کا ایک پہلو فقر و قناعت کی عکاسی بھی ہے۔ ان کی شاعری میں درد و اثر اور سوز و گداز کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ ان کے ہاں گہرے درد کا رچاؤ اور میر کی صدا محسوس ہوتی ہے۔

امیر مینائی نے کسی ایک استاد کی تقلید نہیں کی۔ اس لیے ان کے کلام میں مختلف شعراء کا رنگ جھلکتا ہے۔ مثلاً داغؔ، میرؔ دردؔ اور میر تقی میرؔ وغیرہ کا رنگ بہت نمایاں ہے۔ مجموعی طور پر انھیں اُردو کا ایک نامور شاعر اور اہم نعت گو تسلیم کیا جاتا ہے۔

نعت

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

خاک چھانیں تو رہِ عشقِ نبیؐ میں چھانیں
ذرّے ذرّے سے یہاں بوئے وفا آتی ہے

غمِ احمدؐ میں مرے دل سے نکلتا ہے دھواں
یا اُمنڈتی ہوئی قبلہ سے گھٹا آتی ہے

روضۂ پاک میں سب ضبطِ نَفَس کرتے ہیں
اس گلستاں میں دبے پاؤں صبا آتی ہے

آپؐ کے عشق میں مرنا بھی عجب دولت ہے
''فَادْخُلُوْا'' کی درِ جنت سے صدا آتی ہے

جب میں جاتا ہوں تو اس روضۂ اقدس سے امیؔر
پھول دامن میں بھرے بادِ صبا آتی ہے

مشق

1- مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

i- نعت کسے کہتے ہیں؟

ii- فضا، ہوا، وفا وغیرہ ہم آواز الفاظ کو کیا کہتے ہیں؟

iii- اس نعت کی ردیف کیا ہے؟

iv- ''فادخلوا'' کے کیا معنی ہیں؟

2- مندرجہ ذیل کو اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

خاک چھاننا، ضبطِ نفس کرنا، بادِ صبا، فضا

3- امیر مینائی کے مختصر حالاتِ زندگی تحریر کریں۔

4- مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کریں:

خاک چھانیں تو رہ عشقِ نبیؐ میں چھانیں
ذرّے ذرّے سے یہاں بوئے وفا آتی ہے

5- مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

i- امیر مینائی کی وجہ شہرت کیا ہے؟
ا۔ مضمون نگاری ب۔ افسانہ نگاری
ج۔ صحافت د۔ شاعری

ii- شاعری میں امیر مینائی کو کس صنفِ سخن نے شہرت عطا کی؟
ا۔ نظم ب۔ غزل
ج۔ نعت د۔ مثنوی

iii- شاعر نے کس شعر میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے؟
ا۔ پہلے شعر میں ب۔ دوسرے شعر میں
ج۔ آخری شعر میں د۔ کسی شعر میں بھی نہیں

iv- جس شعر میں شاعر نے اپنا تخلص بیان کیا ہے، اسے کیا کہتے ہیں؟
ا۔ مطلع ب۔ مقطع
ج۔ قافیہ د۔ ردیف

6- امیر مینائی کی اور کوئی نعت لکھیں اور اس کے قوافی کی نشاندہی کریں۔

7- کالم (ا) کے مصرعوں کے ساتھ کالم (ب) میں سے مناسب مصرع منتخب کر کے ان کے حرفی نمبر کالم (ج) میں لکھیں۔

کالم (ا)	کالم (ب)	کالم (ج)
ا یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے	ا اس گلستان میں دبے پاؤں صبا آتی ہے	
ب۔ جب میں جاتا ہوں تو اس روضۂ اقدس سے امیر	ب۔ سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے	
ج۔ غمِ احمدؐ میں مرے دل سے نکلتا ہے دھواں	ج۔ پھول دامن میں بھرے بادِ صبا آتی ہے	
د۔ روضۂ پاک میں سب ضبطِ نفس کرتے ہیں	د۔ یا امنڈتی ہوئی قبلہ سے گھٹا آتی ہے	

☆☆......☆☆......☆☆

مرثیہ

مرثیہ عربی زبان کے لفظ "رثا" سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی ماتم ہیں لیکن اصطلاح میں مرثیہ ایک صنفِ سخن ہے جس میں کسی شخص کے دنیا سے اٹھ جانے پر اپنے جذباتِ غم کا اظہار کیا جاتا ہے اور مرحوم کی خوبیوں کو بیان کر کے اُسے خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ مثلاً غالب کی وفات پر مولانا حالی نے اپنی والدہ کی وفات پر علامہ اقبال نے مرثیہ لکھا۔ مرثیے کے اس عام مفہوم کے علاوہ اردو میں مرثیے کا ایک خاص مفہوم بھی ہے یعنی شہدائے کربلا کا مرثیہ۔ شہدائے کربلا کا مرثیہ بنیادی طور پر مذہبی مزاج رکھتا ہے اور مجالسِ عزا میں پڑھے جانے کے لیے لکھا جاتا ہے۔

مرثیے کو مندرجہ ذیل نو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(i) چہرہ: مرثیے کی ابتدا یا تمہید کو چہرہ کہتے ہیں۔ اس میں شاعر حمد نعت یا منظر کشی کے مضامین باندھتا ہے۔

(ii) سراپا: اس میں شاعر اپنے ممدوح کا تعارف کراتا ہے اور اس کی مختلف خوبیاں بیان کرتا ہے۔

(iii) رخصت: اس حصے میں شاعر اپنے ممدوح کی میدانِ جنگ کی طرف روانگی کا منظر پیش کرتا ہے۔

(iv) آمد: اس میں شاعر اپنے ممدوح کی میدانِ جنگ میں آمد کا سماں پیش کرتا ہے۔

(v) رجز: اس حصے میں شاعر کا ممدوح میدانِ جنگ میں پہنچ کر دشمن کے سامنے اپنی عظمت، خاندانی وقار و بلندی اور اپنے مقصد کی صداقت وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور اُسے راہِ حق اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

(vi) جنگ: اس حصے میں شاعر اس جنگ کا نقشہ کھینچتا ہے جو شاعر کے ممدوح اور اس کے دشمنوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اس حصے میں ممدوح کے گھوڑے اور تلوار وغیرہ کی تعریف بھی کی جاتی ہے۔

(vii) شہادت: اگر جنگ میں شاعر کا ممدوح شہید ہو جائے تو اس حصے میں اس کی شجاعت کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کی شہادت کے واقعات کا بیان بھی کیا جاتا ہے۔ شہادت کے واقعات عام طور پر نہایت جذباتی انداز میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(viii) بَین: اس حصے میں ممدوح کے عزیز و اقربا اس کی شہادت پر انتہائی جذباتی انداز میں اظہارِ غم کرتے ہیں۔

(ix) دعا: اس حصے میں شاعر خاص طور پر شہدائے کرام اور پھر ملتِ اسلامیہ کے تمام افراد کے لیے بلندیٔ درجات کی دعا کرتا ہے اور یوں اس دعا پر مرثیے کا اختتام ہو جاتا ہے۔

اردو زبان میں مرثیہ نگاری کا آغاز دکن میں بیجاپور اور گولکنڈہ سے ہوا جہاں کے عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتوں کے بانی عقائد کے اعتبار سے شیعہ تھے۔ وجہی، غواصی، لطیف، کاظم، شاہی اور ہاشم اس دور کے مشہور مرثیہ نگار تھے۔ شمالی ہند میں اگرچہ سودا سے پہلے بھی بعض مرثیہ گو شعرا کے نام ملتے ہیں لیکن سودا نے مرثیہ گوئی کے فن کو بعض نئی جہتوں سے آشنا کیا۔ اس کے بعد لکھنؤ میں مرثیہ کو نہایت سازگار فضا میسر آئی۔ یہاں پر خلیق اور ضمیر کے بعد انیس اور دبیر کے نام مرثیہ نگاری کے آسمان پر درخشندہ ستاروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ ان دونوں شاعروں نے مرثیہ نگاری کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔